دین و حکمت

پروفیسر محمد اکرم ورک

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اسلوب دعوت

(۲)

مصعب بن عمیر کا اہلِ مدینہ کے لیے بطور مبلغ تقرر

۱۱ نبویؐ میں بیعتِ عقبہ اولیٰ کے بعد اہلِ مدینہ نے ایک تربیت یافتہ معلم کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا:

ابعث الینا رجلا یفقھنا فی الدین ویقرئنا القرآن(۴۷)

''(یارسول اللہ ﷺ) ہمارے ساتھ کسی ایسے آدمی کو بھیجیں جو ہمیں دین سکھائے اور قرآن پڑھائے''

چنانچہ ابن اسحاق کی روایت ہے:

فلما انصرف عنه القوم ،بعث رسول الله ﷺ معهم مصعبؓ بن عمیر وأمره ان یقرئهم القرآن، ویعلمهم الاسلام،ویفقهم فی الدین (۴۸)

''جب انصار بیعت کے بعد واپس پلٹے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ مصعبؓ بن عمیر کو روانہ فرمایا اوران کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو قرآن پڑھائیں، اسلام کی تعلیم دیں اور دین کی بصیرت اور صحیح سمجھ پیدا کریں''

سرزمین مدینہ کو دار الہجرت کا شرف حاصل ہونے والا تھا اور یہ ایسی سرزمین تھی جسے جلد ہی مرکزِ اسلام بننا تھا اس لیے ضرورت اس امر کی تھی کہ مدینہ کی سرزمین میں دعوت کا کام منظّم انداز میں کیا جائے تاکہ ہجرت عامہ سے سرزمینِ مدینہ ہر لحاظ سے مسلمانوں کے لیے ایک محفوظ اور مضبوط پناہ گاہ کا کام دے سکے۔ چنانچہ جب انصار مدینہ نے ایک معلم ہمراہ بھیجنے کی درخواست کی تو رسول اللہ ﷺ کی نگاہِ انتخاب حضرت مصعبؓ بن عمیر پر پڑی جو ہجرت حبشہ کے کٹھن مراحل سے گزر کر کندن بن چکے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ان جاں نثاروں میں سے تھے جو اسلام کی خاطر ہر مصیبت کا سامنا بڑی خندہ پیشانی سے کرنے کا حوصلہ رکھتے تھے۔ نیز رسول اکرم ﷺ کو ان کے متعلق یہ اعتماد بھی تھا کہ

وہ دعوت کے ہر اسلوب سے واقفیت رکھنے والوں میں سے ہیں اور مخاطب کو متاثر کرنے کا ہر ڈھنگ جانتے ہیں۔

پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ لکھتے ہیں:

''یہ نوجوان مومنین اولین میں سے تھے اور ابھی ابھی حبشہ سے واپس آئے تھے، اس وجہ سے ان کو بہت کچھ تجربہ حاصل تھا۔ انہوں نے اعدائے دین کے ہاتھوں جو ظلم و ستم برداشت کیے تھے، اس سے ان میں نہ صرف متانت اور سنجیدگی پیدا ہوگئی تھی بلکہ انہوں نے یہ بھی سیکھ لیا تھا کہ ظلم وتعدی کا کس طرح مقابلہ کرنا چاہیے اور ان لوگوں کے ساتھ کس طرح کا برتاؤ کرنا چاہیے جو اسلام کی تعلیم کو سمجھے بغیر اسے مطعون کرتے ہیں۔ لہٰذا رسول اکرم ﷺ نے کامل بھروسے کے ساتھ نومسلموں کی تعلیم و تربیت اور یثرب کی سرزمین میں نخل اسلام کی آبیاری کا مشکل کام مصعبؓ بن عمیر کے سپرد فرما دیا''۔ (۴۹)

پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی حضرت مصعبؓ بن عمیر کے تقرر کی حکمت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کبار صحابہؓ اور سابقین اولین میں سے حضرت مصعبؓ بن عمیر عبدری کا انتخاب ظاہر ہے کہ ان کی سبقتِ اسلام اور شخصی وجاہت کے سبب نہیں ہوا تھا۔ وہ یقیناً سابق صحابی تھے اور انہوں نے اسلام کے لیے بڑی قربانیاں دی تھیں۔ لیکن ان سے کہیں زیادہ سبقت اور قربانی کا شرف رکھنے والے صحابہ موجود تھے۔ ان کا انتخاب محض اس بنا پر کیا گیا تھا کہ وہ مجموعی اعتبار سے اس منصب گرامی کے لیے موزوں ترین تھے۔ وہ پاسداران کعبہ کے خاندان کے ایک متمول خانوادہ عبدالدار کے فرد ہونے کے علاوہ اسلام کے وفادار و جاں نثار، ثابت قدم اور ٹھنڈے مزاج کے شخص تھے جو اسلام کا پیکرِ دلنواز ہونے کا دعویٰ کر سکتے تھے۔ ان کی یہی مجموعی صفاتِ حمیدہ تھیں جنہوں نے ایک مختصر عرصہ میں اسلام کے قدم مدینہ منورہ میں مضبوطی سے جما کر ہجرت کی راہ ہموار کر دی'' (۵۰)

مصعبؓ بن عمیر کی دعوتی سرگرمیاں اور اسلوبِ دعوت

حضرت مصعبؓ بن عمیر مدینہ پہنچ کر حضرت اسعدؓ بن زرارہ کے مکان پر فروکش ہوگئے اور گھر گھر پھر کر تعلیمِ قرآن اور اشاعتِ اسلام کی خدمت انجام دینے لگے۔ اس طرح رفتہ رفتہ جب کلمہ گو لوگوں کی ایک جماعت پیدا ہوگئی تو نماز اور تلاوت قرآن کے لیے ان کو کبھی حضرت اسعدؓ بن زرارہ کے مکان پر اور کبھی بنی ظفر کے ہاں جمع کیا کرتے۔ ایک روز مصعبؓ بن عمیر حسبِ معمول بنی ظفر کے ہاں چند مسلمانوں کو تعلیم دے رہے تھے کہ قبیلہ بنی عبدالاشہل کے سردار سعد بن معاذ نے اپنے رفیق اسید بن حضیر سے کہا کہ اس داعیٔ اسلام کو اپنے محلّہ سے نکال دو جو یہاں آ کر ہمارے ضعیف الاعتقاد لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اگر اسعدؓ بن زرارہ سے مجھ کو رشتہ داری کا تعلق نہ ہوتا (سعدؓ بن معاذ حضرت اسعدؓ بن زرارہ کے خالہ زاد بھائی تھے) تو میں تم کو اس کی تکلیف نہ دیتا۔ یہ سن کر اسیدؓ بن حضیر نے نیزہ اٹھایا اور

حضرت مصعبؓ بن عمیر اور اسعدؓ بن زرارہ کے پاس آ کر ان کو خوب گالیاں دیں اور پھر انتہائی درشت لہجہ میں کہا:

''تمہیں یہاں آنے کی کیسے جرأت ہوئی؟ تم ہمارے کمزور اور ضعیف الاعتقاد لوگوں کو گمراہ کرتے ہو۔ اگر تم کو اپنی جانیں عزیز ہیں تو یہاں سے چلے جاؤ''۔

اس قدر ناروا اور درشت گفتگو کے باوجود حضرت مصعبؓ بن عمیر نے بڑی نرمی سے فرمایا:

''آپ تشریف تو رکھیں اور ہماری بات سنیں۔ اگر کوئی بات معقول اور آپ کی مرضی کے مطابق ہو تو قبول کر لیجیے گا اور اگر ہماری بات آپ کو پسند نہ آئے تو ہم خود یہاں سے چلے جائیں گے''۔

اسیدؓ بن حضیر نے کہا: تم نے انصاف کی بات کی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنا نیزہ زمین میں گاڑ دیا اور ان کی بات کو غور سے سننے لگے۔ چنانچہ حضرت مصعبؓ بن عمیر نے قرآن مجید کی چند آیات تلاوت کیں اور پھر اسلام کے عقائد و محاسن کو اس خوبی کے ساتھ بیان فرمایا کہ تھوڑی ہی دیر میں اسید بن حضیر کا دل نورِ ایمان سے چمک اٹھا اور بے تاب ہو کر کہنے لگے! کیسا اچھا مذہب ہے اور کیسی بہتر ہدایت ہے۔ اس مذہب میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے؟ حضرت مصعبؓ نے فرمایا:

''غسل کیجیے، پاک صاف ہو جایئے، کپڑے بھی پاک صاف کر لیجیے اور اس کے بعد حق کی گواہی دیجیے اور نماز ادا کیجیے''۔

چنانچہ اسیدؓ کھڑے ہو گئے، غسل کیا، کپڑے پاک کیے، کلمہ توحید پڑھا اور پھر دو رکعت نماز پڑھ کر کہنے لگے میرے پیچھے ایک شخص ہے، اگر اس نے بھی تمہاری پیروی کر لی تو اس کے بعد اس کی قوم سے کوئی فرد اسلام سے باہر نہ رہے گا۔ میں ابھی اس کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں، وہ سعد بن معاذ ہے۔ پھر اپنا نیزہ لیا اور سعد اور ان کی قوم کی جانب واپس گئے۔ وہ لوگ اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب سعد بن معاذ نے انہیں آتے دیکھا تو کہا! میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اسیدؓ جس حالت میں گیا تھا، اس سے بالکل جدا حالت میں واپس آ رہا ہے۔ جب وہ آ کر مجلس میں کھڑے ہو گئے تو سعد نے پوچھا: تم نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا: ان دونوں سے گفتگو کی۔ واللہ مجھے ان دونوں سے کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوا اور میں نے انہیں منع بھی کر دیا ہے اور دونوں نے اقرار کیا ہے کہ جیسا تم پسند کرو، ہم ویسا ہی کریں گے۔ البتہ مجھے خبر ملی ہے کہ بنی حارثہ، اسعدؓ بن زرارہ کو قتل کر کے تمہیں ذلیل کرنا چاہتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ تمہارا خالہ زاد بھائی ہے۔ چنانچہ سعد بن معاذ غصے سے بھرے ہوئے بڑی تیزی سے اٹھے کہ کہیں بنی حارثہ ان کو واقعتاً قتل ہی نہ کر دیں، پھر ان کے ہاتھ سے نیزہ لیا اور تیزی سے ان دونوں کی طرف گئے۔ سعد بن معاذ نے دیکھا کہ وہاں حالات بالکل ٹھیک ہیں تو وہ سمجھ گئے کہ اسیدؓ نے یہ حیلہ فقط اس لیے کیا ہے تاکہ مجھے ان لوگوں کی باتیں سنوائی جائیں۔ چنانچہ انہوں نے جاتے ہی ان کو گالیاں دینا شروع کر دیں اور اسعدؓ بن زرارہ سے کہا:

''اے ابوامامہؓ، سنو! اگر تمہارے اور میرے درمیان رشتہ داری نہ ہوتی تو تمہیں یہ جرأت قطعاً نہ ہوتی کہ تم ہمارے محلّہ میں آ کر ایسی باتیں کرتے جنہیں ہم ناپسند کرتے ہیں''۔

حضرت مصعبؓ بن عمیر نے ان کی گفتگو اور گالی گلوچ کو بڑے تحمل کے ساتھ سنا اور بڑی نرمی سے کہا: کیا آپ تشریف رکھ کر ہماری کچھ بات بھی سنیں گے؟ اگر کوئی بات آپ کی مرضی کے مطابق ہو اور آپ کو پسند آئے تو اسے قبول کر لیجیے گا اور اگر اسے ناپسند کریں تو ناپسندیدہ بات کو آپ سے دور کر دیا جائے گا۔ سعد بن معاذ نے کہا: تم نے انصاف کی بات کہی۔ اس کے بعد اپنا نیزہ گاڑ کر ان کے پاس بیٹھ گئے۔ پھر حضرت مصعبؓ بن عمیر نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور ان کو قرآن پڑھ کر سنایا اور اسلام کا نقشہ کچھ اس انداز میں پیش کیا کہ وہ فوراً ہی مسلمان ہو گئے اور جوش میں بھرے ہوئے اپنے قبیلہ اور قوم کی طرف آئے۔ حضرت اسیدؓ بن حضیر بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔

جب ان کی قوم بنی عبدالاشہل نے انہیں آتے دیکھا تو کہنے لگے: اللہ کی قسم سعدؓ بن معاذ بالکل مختلف انداز میں تمہاری طرف لوٹ رہے ہیں۔ جب وہ قوم کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے تو کہا: اے بنی عبدالاشہل! تم اپنے درمیان مجھے کیا سمجھتے ہو؟ انہوں نے کہا، آپ ہمارے سردار، ہم سب سے زیادہ خویش پرور، بہترین رائے والے اور بڑی عقل والے ہیں۔ انہوں نے کہا، تو تمہارے مردوں اور عورتوں سے بات کرنا مجھ پر حرام ہے جب تک تم لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ لاؤ اور پھر شام ہونے سے پہلے پہلے قبیلہ بنی عبدالاشہل نے حضرت سعدؓ بن معاذ کے زیرِ اثر اسلام قبول کر لیا۔(۵۱)

حضرت مصعبؓ بن عمیر کا رسول اللہ ﷺ سے مسلسل رابطہ تھا اور آپؓ نبوی ہدایت کے مطابق ہی تبلیغِ دین کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ چنانچہ ایک دن ان کو رسول اللہ ﷺ کا خط موصول ہوا کہ وہ یہود کے ہفتہ وار اجتماع کے مقابلے میں جمعہ کے دن زوال کے بعد مسلمانوں کو جمع کریں اور ان کو دو رکعت نماز پڑھائیں:

امابعد! فانظر الیوم الذی تجھر فیہ الیھود بالزبور لسبتھم، فاجمعوا نساء کم و ابناء کم فاذا مال النھار عن شطرہ عندالزوال من یوم الجمعۃ فتقرّبوا الی اللہ برکعتین (۵۲)

حضرت مصعبؓ بن عمیر کو رسول اللہ ﷺ نے ۱۱ نبوی میں بیعتِ عقبہ اولیٰ کے بعد اہلِ مدینہ کے ہمراہ دعوت و تبلیغ کے لیے روانہ فرمایا۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر مدینہ میں کم و بیش ایک سال تک مقیم رہے اور اگلے سال ۱۲ نبوی میں بیعتِ عقبہ ثانیہ کے موقع پر بہتّر انصار صحابہ کے ہمراہ مکہ واپس لوٹ آئے۔ اس دوران آپؓ نے مدینہ میں دعوت و تبلیغ کا کام اتنے احسن انداز میں کیا کہ اوس و خزرج کے اکثر لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور ہر طرف اسلام اور رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہونے لگا۔ مختصر وقت میں دعوت کے میدان میں اتنی بڑی اور اہم کامیابی کی بڑی وجہ وہ اسلوبِ دعوت ہے جس کی بنا پر آپ نے اہلِ مدینہ کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ ذیل کی سطور میں آپؓ کے اسلوبِ دعوت کے اہم نکات کا اختصار

کے ساتھ ذکر کیا جا رہا ہے۔

۱۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر اسلام کی دعوت لے کر خود کوچہ کوچہ اور گلی گلی گئے اور یہ انتظار نہیں فرمایا کہ لوگ خود چل کر ان کے پاس آئیں بلکہ آپؓ مختلف محلوں میں تشریف لے جاتے اور لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچاتے۔

۲۔ آپؓ نے دعوت وتبلیغ کا کام محض اللہ ورسول ﷺ کی رضا کی خاطر کیا۔ آپؓ کے اس خلوص اور للّٰہیت کی بنا پر بھی لوگ متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوتے۔

۳۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر کے طریق دعوت کی ایک اہم خصوصیت دعوت بالقرآن بھی ہے۔ جیسا کہ آپؓ نے اسیدؓ بن حضیر اور سعدؓ بن معاذ کے سامنے قرآن کی تلاوت فرمائی تو دونوں حضرات قرآن کی تعلیمات اور اس کے اسلوبِ بیان سے متاثر ہو کر اسلام لے آئے۔ اسیدؓ بن حضیر نے قرآن سنا تو بول اٹھے، کیسا اچھا مذہب ہے اور کیسی بہتر ہدایت ہے۔

۴۔ اگر مخاطب سے ایسے انداز میں بات کی جائے جو براہِ راست دل اور عقل کو متاثر کرنے والی ہو تو داعی کے لیے اپنا کام کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مصعبؓ بن عمیر نے اسیدؓ بن حضیر اور سعدؓ بن معاذ کی دھمکیوں اور گالیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے بڑی معقول اور متاثر کرنے والی بات کہی، یعنی ان سے فرمایا: آپ تشریف رکھیں اور ہماری بات سنیں، اگر کوئی بات معقول اور آپ کی پسند کے مطابق ہو تو قبول کر لیجیے گا اور اگر ہماری بات آپ کو پسند نہ آئے تو ہم خود یہاں سے چلے جائیں گے''۔ آپؓ نے اس انداز سے درحقیقت اپنے مخاطبین کی عقل اور دل کو متاثر کرنے میں کامیابی حاصل کر لی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کی عملی زندگی میں قوتِ محرکہ اس کا دل اور عقل ہی ہے۔ لہٰذا اگر داعی دل اور عقل کو متاثر کرنے میں کامیاب ہو جائے تو وہ یقینی طور پر اپنے مخاطب کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب حضرت مصعبؓ بن عمیر نے یہ بات کہی تو دونوں سرداروں کا ایک ہی جواب تھا: ''تم نے انصاف کی بات کہی ہے''۔ چنانچہ اس کے بعد دونوں وہاں سے اسلام قبول کر کے ہی اٹھے۔

۵۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر نے دعوت وتبلیغ میں نرمی اور تحمل مزاجی کے اسلوب کو اختیار فرمایا جس کی بناء پر اسیدؓ بن حضیر اور سعدؓ بن معاذ جیسے درشت مزاج لوگوں کو بھی حلقہ بگوش اسلام کرنے میں کامیابی حاصل کر لی اور اس کے نتیجہ میں بالآخر سعدؓ بن معاذ نے اپنے پورے قبیلے کو بھی مسلمان بنا لیا۔

قبل از ہجرت مدینہ میں نقباء اور انصار صحابہ کرامؓ کی دعوتی سرگرمیاں

دعوت وتبلیغ کے حوالے سے مکی اور مدنی دور ایک دوسرے سے مربوط نظر آتے ہیں۔ مکی دور کے آخری ایام میں کفار مکہ کی طرف سے مخالفت اور عداوت اس قدر بڑھ گئی کہ اب آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کے لیے مکہ مکرمہ میں رہنا

اور دعوت وتبلیغ کے کام کو جاری رکھنا ناممکن ہوگیا۔علاوہ ازیں تیرہ سالہ مکی دور سے حاصل شدہ کامیابیوں کوکسی منطقی انجام سے ہمکنار کرنے کے لیے اسلام کوایک مرکز کی اشد ضرورت تھی جہاں مسلمان اسلام کوایک ضابطۂ حیات کے طور پر اپنا سکیں۔

انصار میں اسلام کی ابتدا

اس کی بظاہر یہ صورت پیدا ہوئی کہ ۱۰ نبوی کے موسم حج میں جب رسول اللہ ﷺ مختلف قبیلوں کی خیمہ گاہوں پر دعوت وتبلیغ کی غرض سے تشریف لے جارہے تھے تو آپ ﷺ کا گزر یثرب (مدینہ) سے آئے ہوئے بنوخزرج کے چھ خوش نصیب افراد پر بھی ہوا۔آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی،قرآن سنایا اور انہیں ایمان لانے کے فوائد سے آگاہ کیا۔ان لوگوں نے یثرب کے یہود سے نبی آخرالزماں ﷺ کے متعلق سن رکھا تھا،اس لیے انہوں نے دیکھتے ہی آپ ﷺ کو پہچان لیا اور ایمان لے آئے۔اس وفد میں اسعدؓ بن زرارہ،عوفؓ بن الحارث،رافعؓ بن مالک بن عجلان،قطبہؓ بن عامر،عقبہؓ بن عامر اور جابرؓ بن عبداللہ بن رباب تھے۔(۵۳)

قبولِ اسلام کے بعد ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس وعدہ کے ساتھ اجازت لی کہ اگلے سال پھر اسی موسم میں اسی مقام پر ملیں گے،نیز آپ ﷺ کی دعوت کو آگے پہنچائیں گے۔ابن ہشام کا بیان ہے:

فلما قدموا المدینه الی قومهم ذکروا لهم رسول اللّٰه ﷺ ودعوهم الی الاسلام حتی فشا فیهم ،فلم یبق دار من دور الانصار الا وفیها ذکر من رسول اللّٰه ﷺ (۵۴)

”جب یہ لوگ اپنی قوم کے پاس مدینہ پہنچے،تو ان سے رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ کیا اور انہیں اسلام کی دعوت دی، یہاں تک کہ ان میں بھی اسلام پھیل گیا اور انصار کے گھروں میں سے کوئی گھر ایسا نہ رہا،جس میں رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ نہ ہو رہا ہو“۔

بیعتِ عقبہ اولیٰ (۱۱ نبوی)

آئندہ سال یہ لوگ حسبِ وعدہ مزید چھ افراد معاذؓ بن حارث بن رفاعہ،ذکوانؓ بن قیس،عبادہؓ بن صامت،یزیدؓ بن ثعلبہ،عباسؓ بن فضلہ اور عویمؓ بن ساعدہ کے ساتھ آئے۔رات کے وقت رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور آپ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کی۔حضرت عبادہؓ بن صامت کا بیان ہے:

کنت فیمن حضر العقبة الاولیٰ، وکنا اثنی عشر رجلا، فبایعنا رسول اللّٰه ﷺ علی

”میں ان لوگوں میں سے تھا جو بیعتِ عقبہ اولیٰ کے موقع پر حاضر تھے۔ہم بارہ آدمی تھے۔ہم نے رسول اللہ ﷺ

بیعة النساء علی ان لا نشرک باللہ شیئا ،ولا نسرق، ولا نزنی، ولا نقتل اولادنا، ولا نأتی ببھتان نفتریہ بین ایدینا وارجلنا،ولا نعصیہ فی معروف، فان وفیتم فلکم الجنة، وان غشیتم من ذالک شیئا فأمرکم الی اللہ ان شاء عذبکم وان شاء غفرلکم (۵۵)

سے عورتوں جیسی بیعت کی، یہ کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے، چوری نہ کریں گے، زنا نہ کریں گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے، جھوٹا الزام نہیں لگائیں گے، اور آپ ﷺ کی نیکی کے کاموں میں مخالفت اور نافرمانی نہ کریں گے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم نے اس عہد کو پورا کیا تو تمہارے لیے جنت ہے اور اگر تم نے بددیانتی کی تو تمہارا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ چاہے تو تمہیں سزا دے اور چاہے تو معاف فرمادے''۔

ابنِ اسحاق کا بیان ہے کہ جب یہ لوگ وہاں سے واپس ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ مصعبؓ بن عمیر کو بھیجا اور انہیں حکم دیا ''ان لوگوں کو قرآن پڑھائیں، اسلام کی تعلیم دیں اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں۔ اسی لیے مصعبؓ بن عمیر کا نام ''مقریٔ المدینۃ'' پڑ گیا تھا''۔ (۵٦)

ابنِ قیم کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مصعبؓ بن عمیر کے ساتھ ایک دوسرے صحابی حضرت عبداللہؓ بن ام مکتوم کو بھی بھیجا۔ یہ دونوں ابوامامہ اسعدؓ بن زرارہ کے ہاں ٹھہرے۔ لوگوں کی کثیر تعداد نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اسیدؓ بن حضیر اور سعدؓ بن معاذ بھی اسلام قبول کرنے والوں میں شامل تھے (۵۷) چنانچہ سعدؓ بن معاذ کے اثر سے بنی عبد الاشہل اور اسیدؓ بن حضیر کے اثر سے تمام قبیلہ اوس نے اسلام قبول کرلیا۔

حضرت براءؓ بن عازب کا بیان ہے:

اول من قدم علینا مصعبؓ بن عمیر وابن ام مکتومؓ وکانوا یقرؤن الناس. (۵۸)

''سب سے اول جو ہمارے پاس آئے وہ مصعبؓ بن عمیر اور ابن ام مکتومؓ تھے۔ یہ دونوں لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے''

جب مدینہ میں اسلام پوری طرح پھیل گیا تو حضرت مصعبؓ بن عمیر واپس مکہ تشریف لے آئے۔

بیعتِ عقبہ ثانیہ (۱۲ نبوی)

اگلے سال بہتر انصاری مسلمان موسم حج میں مکہ آئے اور رسول اللہ ﷺ سے بمقام عقبہ چھپ کر ملاقات کی۔ آپ ﷺ نے اس گروہ میں سے بارہ افراد کا بطور نقیب انتخاب فرمایا جن کے نام خود انصار نے پیش کیے تھے۔ ان میں نو کا تعلق قبیلہ خزرج سے اور تین کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا۔ ناموں کی تفصیل یہ ہے: قبیلہ خزرج سے اسعدؓ بن زرارہ،

سعدؓ بن ربیع، عبداللہؓ بن رواحہ، رافعؓ بن مالک، براءؓ بن معرور، عبداللہؓ بن عمرو بن حرام، عبادہؓ بن الصامت، سعدؓ بن عبادہ، المنذرؓ بن عمرو بن خنیس۔ اور قبیلہ اوس سے اسیدؓ بن حضیر، سعدؓ بن خثیمہ، رفاعہؓ بن عبدالمنذر ☆ (۵۹)

رسول اللہ ﷺ نے نقباء کو مقرر کرتے وقت اپنے قبائل میں ان کے اثر و رسوخ اور مقام و مرتبہ کو پیشِ نظر رکھا۔ اس کے علاوہ یہ افراد اپنے ذاتی خصائل اور تقدم ایمانی کی وجہ سے بھی یقینی طور پر اس ذمہ داری کے اہل تھے۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیعت عقبہ ثانیہ میں انصار کے نمائندہ افراد سے یہ عہد لیا:

تبایعونی علی السمع والطاعة فی النشاط والکسل، وعلی النفقة فی العسر والیسر، و علی الامر بالمعروف والنهی عن المنکر، وعلی ان تقولوا فی اللّٰه لا تأخذکم فیه لومة لائم، وعلی ان تنصرونی اذا قدمت یثرب، فتمنعونی مما تمنعون منه انفسکم وازواجکم وابنائکم ولکم الجنة. (۶۰)

’’تم چستی اور سستی ہر حال میں میری بات سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کرو، اور تنگی اور خوشحالی میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر، اور نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے منع کرنے پر، اور اس بات پر کہ حق بات کہنے میں کسی ملامت کرنے والے کی پروا نہ کروگے، اور اس بات پر کہ جب میں یثرب آؤں تو تم میری مدد کروگے اور تم میری ان تمام چیزوں سے حفاظت کروگے جن سے تم اپنی جانوں، بیویوں اور اولاد کی حفاظت کرتے ہو۔ اس کے بدلے میں تمہارے لیے جنت ہے‘‘۔

رسول اللہ ﷺ نے ان تمام پر حضرت اسعدؓ بن زرارہ کو، جو قبیلہ خزرج کی شاخ بنونجار سے تھے، ’’نقیب النقباء‘‘ ☆☆ مقرر فرمایا۔ (۶۱)

☆ ابنِ سعد کی روایت میں رفاعہؓ بن عبدالمنذر کے بجائے ابوالہیثمؓ بن تیہان کا نام ملتا ہے۔ (ابنِ سعد، ذکر العقبة الاولی، ۲۲۰/۱)

☆☆ صاحب تاج العروس نے نقیب کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

’’النقیب شاهد القوم و راس هم یفتش احوالهم و یعرفها......وقیل النقیب الرئیس الاکبر‘‘ (الزبیدی، محمد بن محمد الحسینی، ’’تاج العروس‘‘، فصل النون من الباب الباء، ’’نقب‘‘ ۱/ ۴۹۲، دار الفکر، بیروت)

’’نقیب قوم کا شاہد و سردار ہوتا ہے۔ اس لیے وہ قوم کے حالات کی چھان بین کرتا ہے اور ان کے حالات سے حکومت کو باخبر رکھتا ہے۔۔۔۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نقیب بڑا سردار ہوتا ہے۔

نقیب کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جہاں تک ان نقباء کے فرائض کا تعلق ہے، رسول اللہ ﷺ نے بیعتِ عقبہ ثانیہ کے موقع پر نقیبوں کو ان کے فرائض سے اس طرح آگاہ فرمایا:

انتم علی قومکم بما فیھم کفلاء ککفالۃ الحواریین لعیسیٰ بن مریم، وانا کفیل علی قومی ، قالوا: نعم (۶۲)

''تم اپنی قوم کے معاملات کے اس طرح ذمہ دار ہو جس طرح عیسیٰ بن مریم کے حواری ذمہ دار تھے۔ اور میں بھی اپنی قوم کا ذمہ دار ہوں۔ لوگوں نے اقرار کیا کہ ٹھیک ہے''۔

ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کے معاشرتی اور سیاسی معاملات کی ذمہ داریاں ان نقیبوں کو سونپی گئی تھیں۔ لیکن سب سے اہم فریضہ جو یہ نقباء انجام دیتے تھے، وہ تربیت اور تہذیب نفس کا فریضہ تھا۔ یہ لوگ اپنے حلقہ اثر میں لوگوں کی اخلاقی تربیت اور تزکیہ نفس کے لیے بھرپور جدوجہد کرتے تھے۔ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ، جو ان بارہ نقیبوں میں سے ہی ایک تھے، کی تربیتی مجلس مؤرخین کے ہاں ''مجالس ایمان'' کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کے انداز تربیت کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ وہ جب مجھ سے ملتے تو بہت شفقت کے ساتھ میرے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرماتے:

یا عویمرؓ! اجلس فلنؤمن ساعۃ فنذکر اللّٰہ ماشاء ثم یقول :یا عویمرؓ! ھذہ مجالس الایمان (۶۳)

''میرے عزیز عویمرؓ! آؤ تھوڑی دیر بیٹھ کر ایمان تازہ کریں، پس ہم اللہ کا ذکر کرتے پھر وہ فرماتے: اے عویمرؓ! یہ ایمان کی مجالس ہیں''۔

حضرت اسعد بن زرارہ نے اپنے آپ کو دعوت وتبلیغ کے لیے وقف کر دیا۔ انہوں نے مدینہ منورہ میں اشاعتِ اسلام اور دعوت وارشاد کا کام بڑی جدوجہد، انتہائی خلوص اور جذبہ کے ساتھ کیا، انہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ مدینہ

''وانما قیل للنقیب نقیب لا نہ یعلم دخلیۃ امر القوم ویعرف منا قبھم و ھو الطریق الی معرفۃ امور ھم'' (ایضاً)

''نقیب کو نقیب اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ وہ قوم کے اندرونی حالات سے آگاہ ہوتا ہے۔ ان کی خوبیوں اور صلاحیتوں سے (حکومت) کو متعارف کراتا ہے اور قوموں کے حالات کو سمجھنے کا یہی طریقہ ہے''

نقباء کا ذکر ہمیں سابقہ اقوام میں بھی ملتا ہے۔ قرآن حکیم نے بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ کے عہد میں نقیبوں کا ذکر کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ وَ بَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا (المائدہ، ۵:۱۲)

''اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ نقیب مقرر کیے''

منورہ میں اسلام بہت تیزی کے ساتھ پھیل گیا۔ابن ہشام کی روایت ہے کہ مدینہ میں جمعہ کا اہتمام بھی انہیں کے زیرنگرانی تھا اور وہی اس کے بانیوں میں سے تھے۔(۶۴)

رافعؓ بن مالک بن عجلان بیعتِ عقبہ اولیٰ وثانیہ میں شامل تھے۔یہ ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس مکہ ہی میں رہتے تھے یہ پہلے شخص تھے جو مدینہ میں سورہ یوسف لے کر آئے۔ جب سورہ طٰہٰ نازل ہوئی تو انہوں نے اس سورت کو لکھا اور مدینہ لے آئے اور پھر بنی زریق کو اس کی تعلیم دی۔(۶۵)

ابنِ اثیر انصار کی ہمہ گیر اور بھرپور دعوتی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فلما قدموا المدينة ذكروا لقومهم الاسلام ودعوهم اليه ففشا فيهم فلم تبق دار من دور الانصار الا وفيها ذكر من رسول الله ﷺ. (٦٦)

''جب وہ واپس مدینہ پلٹے تو اپنی قوم سے اسلام کا تذکرہ کیا اور ان کو اسلام کی طرف بلایا پس ان میں اسلام اس طرح پھیل گیا کہ انصار کے گھرانوں میں سے کوئی ایسا گھر نہ تھا جس میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر خیر نہ ہو'۔

بیعتِ عقبہ سے پلٹنے والے انصارِ مدینہ نے دعوت کے کام کو بڑی عمدگی سے انجام دیا چنانچہ ان کی ہمہ گیر کوششوں کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ بہت جلد مدینہ کے ہر گھر میں رسول اللہ ﷺ کا ذکرِ خیر ہونے لگا۔نقباء انصار اور دیگر مسلمانوں نے بھی فروغِ دعوت میں بھرپور حصہ لیا۔لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے حالات کے مطابق مختلف اسالیب دعوت اختیار کیے۔

ابن ہشام نے حضرت معاذؓ بن عمرو، جو کہ خود بیعتِ عقبہ میں شامل تھے، کی دعوتی سرگرمیوں کے حوالے سے ایک دلچسپ واقعہ ذکر کیا ہے۔حضرت معاذؓ بن عمرو کے والد عمرو بن الجموح بنوسلمہ کے سردار تھے اور بت پرستی کے مرض میں مبتلا تھے۔عرب میں چونکہ شرک کا اصلی مظہر بت ہی تھے، اس لیے صحابہ کرامؓ نے قبول اسلام کے بعد سب سے پہلے راہِ توحید سے اسی سنگ گراں کو دور کیا۔

عرب میں دستور تھا کہ سردارانِ قبائل خاص اپنے لیے بت بناتے تھے اور ان کو گھروں میں رکھتے تھے چنانچہ اسی روایت کے مطابق عمرو بن الجموح نے لکڑی کا ایک بت بنوا کر گھر میں رکھا ہوا تھا۔ جب نوجوانانِ بنوسلمہ یعنی حضرت معاذؓ بن جبل اور معاذؓ بن عمرو بن الجموح نے اسلام قبول کیا تو ان دونوں حضرات نے فیصلہ کیا کہ ایسا انداز اختیار کیا جائے کہ نہ صرف عمروؓ بن الجموح بلکہ تمام لوگوں پر بتوں کی بے بسی اور کمزوری عیاں ہو جائے۔ چنانچہ یہ لوگ رات کے وقت خفیہ طور پر آئے اور اس بت کو اٹھا کر بنی سلمہ کے ایسے گڑھے میں پھینک آئے جس میں لوگ گندگی وغیرہ پھینکتے تھے۔عمرو بن الجموح صبح اٹھے، بت کو وہاں نہ پایا تو اس کی تلاش میں نکلے۔اسے گندگی کے ایک ڈھیر پر پایا تو

دھوکراور پاک صاف کر کے خوشبو لگا کر یہ کہتے ہوئے اس کو اسی جگہ پر رکھ دیا کہ واللہ! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کس نے تجھ سے ایسا کیا ہے تو میں اسے ضرور ذلیل کروں گا۔ جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو ان پرجوش نوجوانوں نے بت کے ساتھ وہی سلوک دوبارہ کیا۔ اسی طرح جب یہ واقعہ پے در پے ہوا تو ایک دن عمرو بن الجموح نے بت کے گلے میں تلوار لٹکا دی اور کہا: واللہ! میں نہیں جانتا کہ کون تجھ سے یہ معاملہ کر رہا ہے اور تو بھی اسے دیکھ رہا ہے، اگر تجھ میں طاقت ہے تو خود اپنی حفاظت کر لے۔ یہ تلوار بھی تیرے ساتھ ہے۔

رات کو یہ لوگ حسبِ معمول آئے اور بت کو تلوار سمیت ایک مردہ کتے کے ساتھ باندھ کر گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا۔ صبح عمرو بن الجموح نے بت کو اس بری حالت میں دیکھا، اور ان کی قوم کے وہ لوگ جو مسلمان ہو چکے تھے، انہوں نے بھی ان کو سمجھایا، ان پر حقیقت آشکارا ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ (٦٧) پھر بت کی بے بسی پر اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اظہارِ تشکر کے طور پر چند اشعار کہے جن کو ابنِ ہشام نے نقل کیا ہے۔☆

حوالہ جات

(٤٧) الوثائق السیاسیۃ، ص: ١٠

(٤٨) ابن ہشام، العقبۃ الاولیٰ ومصعبؓ بن عمیر ٢/ ٤٧۔ ٤٨

(٤٩) آرنلڈ، ٹی، ڈبلیو، ''دعوتِ اسلام''، ص: ٢٧ محکمہ اوقاف، حکومتِ پنجاب، لاہور، ٢، ١٩٧٢ء

(٥٠) یٰسین مظہر صدیقی، پروفیسر، ''عہد نبوی کا نظامِ حکومت''، ص: ٩٤، الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب اردو بازار

☆ یہ اشعار حسب ذیل ہیں:

والله لو كنت الٰها لم تكن — انت و كلب وسط بئر فی قرن
اف لملقاک الٰها مستدن — الأن فتشناک عن سوء الغبن
الحمد لله العلی ذی المنن — الواهب الرزاق دیان الدین
هو الذی انقذنی من قبل ان — اکون فی ظلمة قبر مرتهن

''اللہ کی قسم تو معبود ہوتا تو ایک گڑھے میں کتے کے ساتھ نہ پڑا رہتا۔ باوجود معبود ہونے کے تیرے اس طرح پڑے رہنے پر تف ہے اب تیرے متعلق رائے کی بدترین غلطی آشکارا ہوگئی ہے۔ ساری تعریف تو اللہ کے لیے ہے جو احسانات والا، صاحب عطا، روزی دینے والا اور دین داروں کو جزاء دینے والا ہے۔ وہی ذات ہے جس نے قبر کے اندھیرے میں پھنسنے سے پہلے ہی مجھے (کفر وشرک سے) بچا لیا۔''

(ابن ہشام، قصہ عمروؓ بن الجموح ٢/ ٦٦۔ ٦٧)

لاہور، ۱۹۹۵ء

(۵۱) ابنِ ہشام، اول جمعۃ اقیمت بالمدینۃ، ۴۹/۲۔ ۵۰ اسد الغابہ، تذکرہ مصعبؓ بن عمیر، ۳۶۹/۴

(۵۲) السہیلی، ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ ''الروض الانف''، فصل فی تجمیع اصحاب رسول اللہ ﷺ الجمعۃ ... ۲۷۰/۱

(۵۳) ابن ہشام، بدأ اسلام الانصار، ۴۲/۲۔ ۴۳ زاد المعاد، ۴۵/۳

(۵۴) ابنِ ہشام، بدأ اسلام الانصار، ۴۴/۲

(۵۵) المسند، حدیث عبادہؓ بن صامت، ح: ۲۲۲۴۸، ۴۴۱/۶ ایضاً........ ح: ۲۲۱۹۴، ۴۳۱/۶۔ ۴۳۲

(۵۶) ابن ہشام، العقبۃ الاولیٰ ومصعبؓ بن عمیر، ۴۸/۲

(۵۷) زاد المعاد، ۴۷/۳ اسد الغابہ، تذکرہ مصعبؓ بن عمیر، ۳۶۹/۴

(۵۸) صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مقدم النبی واصحابہ المدینۃ، ح: ۳۹۲۵، ص: ۶۶۲

ایضاً، کتاب التفسیر، سورۃ سبح اسم ربك الاعلیٰ، ح: ۴۹۴۱، ص: ۸۸۲۔

المسند، حدیث البراءؓ بن عازب، ح: ۱۸۰۴۱، ۳۶۰/۵

(۵۹) ابن ہشام، امر العقبۃ الثانیۃ، ۵۶/۲۔ ۵۷

(۶۰) المسند، مسند جابرؓ بن عبداللہ، ح: ۱۴۲۴۳، ۹۲۷/۴

(۶۱) ابنِ سعد، ذکر النقباء الاثنی عشر رجلاً ۶۰۳/۳

(۶۲) البدایہ، ۱۶۲/۳۔ ابن سعد، ذکر العقبۃ الاخرۃ، ۲۲۳/۱

(۶۳) اسد الغابہ، تذکرہ عبداللہؓ بن رواحہ، ۱۵۷/۳

(۶۴) ابن ہشام، اول جمعہ اقیمت بالمدینۃ، ۴۸/۲

(۶۵) اسد الغابہ، تذکرہ رافعؓ بن مالک بن عجلان، ۱۵۷/۲

(۶۶) اسد الغابہ، تذکرہ رافعؓ بن مالک بن عجلان، ۱۵۷/۲۔ زاد المعاد، ۴۵/۳

(۶۷) ابن ہشام، قصہ عمروؓ بن الجموح، ۶۵/۲۔ ۶۶

(جاری)